© rasailojaraid.com

Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 30, Sr.No.75, 2009, pp 63 - 92

مجلہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۰، اپریل۔ جون ۲۰۰۹ء، شمارہ ۷۵

بیدل، سبک ہندی کا ممتاز ترین شاعر

ڈاکٹر محمد ناصر☆

Abstract:

Indian Style Persian poetry holds a significant place in Persian literature and Bedil (d. 1720) is one of the most prominent poets of this particular style's Persian poetry. He is mostly known for novelty in similes and metaphores. Moreover he is considered a difficult poet to understand. Earlier this great poet from sub-continent got more popularity in Afghanistan and Central Asia, but during the last two decades his aceptance and popularity has immencely increased in Iran as well. In this article, some important features of his poetry have been discussed. Bedil's most significant similes and metaphores have also been introduced.

Key words: Bedil, Indian Style, Similes, Metaphores.

کہتے ہیں کہ انسان ہی باعث تخلیق کائنات ہے، شاید اسی سبب انسان ہی کائنات کی حسین ترین اور لطیف ترین تخلیق بھی ہے، جس کے باطن کی وسعت و رفعت پوری خدائی پر محیط ہے، انسان کا سرمایہ اس کے جذبات و احساسات ہی ہیں اور ان کے اظہار کی خوبصورت ترین صورت ''شعر'' ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبات و احساسات کی اس خمار آلود فضا میں شاعر کے الفاظ سند، اقوال مستند، ارادے مضبوط و مستحکم اور مشاہدات منفرد و ممتاز ٹھہرتے ہیں۔ اس کی فن سرمایہ جو ہمہ سطر ان میں بھی کھو نہیں پاتی، اور اپنی پہچان، اپنی شناخت اور اپنا تشخص برقرار رکھتی ہے اور یوں شاعر اپنے آپ کو سارے جہان پر حاوی محسوس کرتا ہے۔ شاید یہی وہ مقامِ معرفت ہے، جہاں کائنات کے اسرار اور بھید اپنے چہرے پر سے سارے نقاب اٹھا کر شاعر پر کشف و عرفان کے تمام ابواب پرت در پرت کھول دیتے ہیں اور حلقہ دامِ خیال خود بخود ٹوٹ جاتا ہے، غیب سے مضامین کا نزول پُر برکات شروع ہوتا ہے، صریرِ خامہ، نوائے سروش میں ڈھلتی ہے، ہر لفظ گنجینۂ معانی کا طلسم، ہر بات عکس آیاتِ سماوات، ہر استعارہ ابروئے ہستی کا اشارہ، ہر تلمیح اسرارِ عالم کی توضیح اور ہر راز خلوت یار کا محرمِ راز نظر آتا ہے۔

یوں ایک شاعر اپنے باطن کی کائنات کے اسرار کو لفظوں کے روپ میں بے نقاب کرتا ہے، لہجے کی سچائی، یقین کی گیرائی اور فکر کی گہرائی اس کا نام امر کر دیتی ہے۔ ایک ایسا ہی کوہکن جس نے ''فن کے بے ستون'' سے فکر کی ''جوئے شیر'' نکال کر اپنی پیشانی پر دائمی شہرت کا کتبہ نصب کروالیا، میرزا عبد القادر بیدل (http://www.britannica.com/EBchecked/topic/58151/Abdul-Qadir-Bedil) ہے۔

میرزا عبد القادر بن عبدالخالق متخلص بہ بیدل (بلگرامی؛ بی تا: ۱۵۲) موجودہ بھارت کے صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں ۱۶۴۴ء/۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ قوم کے برلاس (بلگرامی؛ ۱۹۱۳: ۱۴۸) یا ارلاس چغتائی (گوپاموی؛ ۱۳۳۶ق: ۱۱۲) تھے۔

بیدل صغرسنی میں ہی پہلے والد اور پھر والدہ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ تربیت و پرورش ان کے چچا میرزا قلندر نے کی۔ ایک واقعے کے زیر اثر چچا نے مدرسے سے اٹھوالیا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھر میں اپنی زیرِ نگرانی تعلیم دلوائی۔ بیدل ۱۰۷۵ھ تک بہار میں ہی مقیم رہے، پھر اکبر آباد اور دہلی کی طرف چلے آئے، اور ۲۰۔۲۱ سال تک کہیں بھی مستقل اقامت اختیار نہ کی۔ شہزادۂ اعظم بن اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں پانصدی منصب پر فائز رہے، لیکن قصیدہ لکھنے کی فرمائش پر مستعفی ہو گئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیدل نے مدحیہ شاعری سے ہمیشہ گریز کیا اور عمر بھر فقر و تصوف اور جذبۂ دل کے اظہار کے لیے ہی شعر گوئی سے سروکار رکھا اور بالآخر ۵ دسمبر ۱۷۲۰ء کو ۷۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

بیدل وجیہ و شکیل اور مضبوط ڈیل ڈول کے مالک تھے۔ بڑے بڑے زور آور ان سے پنجہ آزمائی کرنے سے کتراتے تھے۔ ہاتھ میں لوہے کا عصا، جس کا وزن ایک روایت کے مطابق ۳۶ سیر شاہجہانی تھا، رکھا کرتے تھے۔ اس کا نام ''نولاس''، یا ''نولاسی'' تھا، جس کے معنی ''شاخِ نازک'' کے ہیں۔

بیدل مزاج کے مستغنی، بلند حوصلہ اور درویش منش تھے۔ ان کے ہزاروں قدر دان اور عقیدتمند تھے، یہاں تک کہ شعر و شاعری سے تمام تر بے رغبتی کے باوجود مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے اپنے رقعات میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔ ان سب کے باوجود انہوں نے بے نیازی کی زندگی بسر کی۔ اپنے پاک و پاکیزہ جذبۂ عشق کو خوب پروان چڑھایا اور اسے دلپذیر حکیمانہ انداز میں نظم و نثر میں بیان کیا۔ بلا شبہ ان کا فن ان کی شخصیت کا آئنہ دار ہے۔ اس میں بھی وہی خلوص، وہی حسن اور اسی طرح کی گہرائی و گیرائی اور عظمت موجود ہے، جو ان کی جامع شخصیت کا خاصہ ہے۔ ان کی تعلیمات انھی اصولوں کا تذکرہ ہیں، جن پر وہ زندگی بھر کار بند رہے۔ گویا بیدل مزاج و عادات کے اعتبار سے صوفی صافی تھے۔

بیدل کا شمار فارسی شعر و ادب کی ہزار سال سے بھی زائد عرصے پر محیط عظیم الشان

© rasailojaraid.com

تاریخ کے پُر گوترین شعرا میں ہوتا ہے۔ کچھ نقاد انھیں اپنے عہد کا واحد قابل توجہ شاعر سمجھتے ہیں۔ (حاکم؛ ۱۹۶۰: ۱۷۴) جبکہ کچھ انھیں درخورِ اعتنا ہی قرار نہیں دیتے۔ (نصر آبادی: بے تا: ۴۵۱) فارسی کے معروف ادبی نقاد اور بالخصوص ایران میں بیدل شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے والے، ''شاعر آئنہ ہا'' کے مصنف ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی لکھتے ہیں:

> ''اگر ہم انھیں فارسی زبان کا پُر گوترین شاعر نہ بھی قرار دیں تو بھی یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اُن کا شمار ایسے شعرا میں ہوتا ہے جن کے اشعار کی فراوانی باعث حیرتِ و استعجاب ہے۔'' (شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷: ۳۱)

بیدل کا دور، غزل کا عہدِ زریں تھا، اور اس میدان میں انہوں نے خوب جولانی طبع دکھائی۔ غزلیات پر مشتمل اشعار ۶۰ ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ یہی بیدل کا اصل میدان ہے، جہاں ان کا فن اپنی معراج کو پہنچتا ہے۔ بیدل کو سبک ہندی کو غزل کا نمائندہ ترین شاعر کہا جائے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔

بیدل نے مثنویاں بھی کہیں، جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۱۸۵۰۰ کے لگ بھگ بنتی ہے۔ ان کی مثنویاں درج ذیل ہیں:

الف۔ محیط اعظم (۱)

ب۔ طلسم حیرت (۲)

ج۔ طورِ معرفت (۳)

د۔ عرفان (۴)

ھ۔ تنبیہ المہوسین (۵)

مثنوی ''عرفان'' طویل ترین مثنوی ہے، جو گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ''تنبیہ

© rasailojaraid.com

المہوسین'' مختصر ترین مثنوی ہے، جو صرف ۲۱۰ اشعار پر مبنی ہے۔ ''طور معرفت'' جو محض دو روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس کے ۱۳۰۰ شعر ہیں۔ جو بیدل کی پرگوئی کی ایک واضح دلیل ہے۔

ایک اور مثنوی ''گل زرد'' نایاب ہے۔ ایک مثنوی شمشیر، اسب اور فیل کے متعلق بھی ہے۔

بیدل کے قصائد و قطعات بھی تقریباً ڈیڑھ ہزار ابیات پر مشتمل ہیں۔ مخمسات لکھنے میں بھی انہیں ید طولیٰ حاصل تھا، اس طرح کے اشعار بھی ۱۲۰۰ سے کم ہرگز نہیں۔ ایک ترکیب بند اور ایک ترجیع بند بھی دیوانِ بیدل میں ملتا ہے۔ رباعیات کی تعداد بھی تقریباً ۳۶۰۰ ہے۔ ہزل پر بھی کچھ اشعار ملتے ہیں۔

مثنوی ''عرفان''، ''طلسم حیرت'' اور ''طورِ معرفت'' میں بیدل کا شاعرانہ تخیل اور حکیمانہ تفکر جمع ہیں، یہ بیدل کے ادبی شاہکار ہیں۔

بقول آزاد بلگرامی:

''بیدل کو بحر کامل بے حد مرغوب ہے، اور وہ اکثر و بیشتر اسی بحر میں غواصی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔'' (بلگرامی؛ بے تا: ۱۵۲)

''چہار عنصر'' اور ''رقعات'' بیدل کی نثری تصانیف ہیں، لیکن ان میں بھی جا بجا اشعار ملتے ہیں۔ بیدل نے علم رمل کے متعلق ایک رسالہ ''تالیف الاحکام'' نثر میں لکھا، لیکن وہ دستیاب نہیں۔

گویا کلامِ بیدل، نظم و نثر کا دلچسپ و حسین مجموعہ ہے۔

بیدل کا شعری اسلوب:

ملک الشعرا علامہ محمد تقی بہار نے ''سبک شناسی'' میں لکھا ہے:

''کوئی تحریر ایسی نہیں جو اسلوب کی حامل نہ ہو۔'' (بہار، ۱۹۵۸: ۴۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوں بیدل بھی ایک خاص اسلوب کا مالک ہے۔

معانی کے ساتھ بیدل کی وابستگی عہدِ طفلی ہی میں ہو گئی تھی۔ شاید اسی لیے آغاز میں ''رمزی'' تخلص کرتے تھے اور ان کا ہر شعر اسرار و رموز میں ڈوبا ہوتا تھا۔ ان کی کنیت ''ابو المعانی'' بھی اسی وجہ سے پڑی۔ معنی آفرینی اور معنی پروری پر انہیں بجا طور پر ناز تھا:

بیدل از فطرتِ ما قصر معانیست بلند
پایہ دارد سخن از کرسی اندیشہ ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۲۱)

بیدل اپنی مشکل پسندی اور بعید از قیاس تشبیہات و استعارات کی وجہ سے مشہور ہیں، جو سبک ہندی کی پہچان ہے۔ شفیعی کدکنی بیدل کو سبک ہندی کا کامل نمائندہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمیں بیدل کو سبک ہندی کی ہر کسوٹی پر پرکھتے ہوئے، اُسے اس اسلوب کا نمائندہ ترین شاعر قرار دینا چاہیے، کیوں کہ اس نازک خیال اور پُرگو شاعر نے اپنے اشعار کو ایک ایسے مقام و مرتبے تک پہنچا دیا ہے کہ سبک ہندی کے نمایاں ترین خصایص کو واضح انداز میں اُسی کے اشعار میں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔'' (شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷: ۳۱)

سبک بیدل کے بارے میں کچھ مزید آراء ملاحظہ کیجیے:

''میرزا بیدل معنی آفرین میں بے مثال ہیں، لیکن اُن کا انداز خود انھی سے مخصوص ہے۔'' (خان آرزو؛ بے تا: ۱۵۰)

''بیدل کے ہاں ہمیں فارسی شاعری کے تمام نمایاں اسالیب اور مکاتب فکر کی جھلک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دکھائی دیتی ہے۔'' (عبدالغنی؛ 156:1960)

''سبک اصفہانی کی تمام تر خصوصیات اُن کی شاعری میں جلوہ دکھاتی ہیں۔'' (حسین آہی؛ مقدمۂ دیوانِ بیدل)

'' نثر و نظم میں خاص اسلوب کے حامل ہیں، اور اپنے اسی خاص اسلوب میں نہایت زور دار شعر کہے ہیں۔'' (صفا، ذبیح اللہ؛ ۱۳۷۳اش/۱۹۹۴ء:۵/۲، ۱۳۷۶)

''شاعری میں خاص اسلوب کے حامل ہیں۔'' (خانلری کیا، زہرا؛ ۱۳۱۴۱ش/۱۹۶۲ء:۷۵)

بیدل کی فکر تک رسائی آسان نہیں، اس کی فکر عمیق اور انداز دقیق ہے۔

بقول شفیعی کدکنی:

''بیدل ایک ایسی مملکت ہے، جس کی سیاحت کا ویزا اتنی آسانی سے میسر نہیں آتا، اور ہر ایک کو یہاں داخلے کا اجازت نامہ بھی نہیں ملتا، اور اگر کسی (خوش نصیب) کو یہ ویزا مل جائے تو وہ یہاں مستقل اقامت کی خواہش کرے گا۔'' (شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷: ۳۷)

ڈاکٹر عبدالغنی تخصصاتِ شعر بیدل کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''لسانی نزاکت، تراکیب کی جدّت، تشبیہات و استعارات کی تازگی، منفرد شعری اسلوب، بیان کی قدرت، اظہار کی دلکشی، شاعرانہ حسن، متناسب الفاظ کا استعمال، باوقار انداز، زبان کی روانی، آہنگ، موسیقیت، ترنم اور ذوق کی لطافت بیدل کی شاعری کی نمایاں ترین خصوصیات ہیں۔''

(عبدالغنی؛ 243:1960)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شفیعی کدکنی لکھتے ہیں:

''بیدل کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک امتیازی بات یہ ہے کہ ان کے دیوان میں بلند آہنگ، مترنم اور موسیقیت سے بھرپور اوزان ملتے ہیں۔'' (شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷: ۳۹)

بیدل کے تخیل کے لطافت اور بلندی کو کون پہنچ سکتا ہے؟ ہر ایک شعر کی شرح کے لیے دفتر درکار ہے۔ بیدل انفس و آفاق کا مشاہدہ بنظر غائر کرتا ہے۔ اس کے ہاں شاعرانہ تفکر و تخیل ہی حسین الفاظ سے آراستہ نہیں بلکہ بلند پایہ حکیمانہ تفکر و تدبر بھی پایا جاتا ہے، جو بیدل کو دوسروں سے نمایاں کرتا ہے۔

بیدل، مغلیہ دور کے اواخر کا نمائندہ ترین شاعر:

ہر شاعر اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کی انفرادیت کی تشکیل اپنے ماحول سے ہی ہوتی ہے اور پھر اس کی تخلیقی صلاحیتیں اس کی انفرادیت کا رنگ لے کر اس کے ماحول کی ترجمانی کرتی ہیں، اور شاعر اپنے عہد کی بندشوں سے آزاد ہو کر ایک ایسے بلند مقام سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتا ہے، جہاں سے ماضی و مستقبل کے کنارے علیحدہ علیحدہ دکھائی نہیں دیتے۔ وہ اس مقام سے انسان کو مخاطب کرتا ہے جو زمان و مکاں کی حد بندیوں سے بالاتر ہوتا ہے، اس کا کلام سحر بن جاتا ہے اور گرد زمانہ اس کے کلام کی تازگی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ بیدل بھی ایک ایسا ہی جادوداں شاعر ہے۔

بیدل نے شاہجہان سے لے کر محمد شاہ رنگیلا تک آٹھ بادشاہوں کو تخت طاؤس پر جلوہ افروز دیکھا۔ حصول تخت کے لیے چار جنگیں دیکھیں۔ وہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد بھی ۱۳ برس زندہ رہے۔ یوں بیدل تمام علمی، تمدنی، معاشرتی اور فنی روایات کے وارث بنے۔ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے قلب میں بے پناہ وسعت تھی اور فکر ہمہ گیر، یوں وہ تہذیب و تاریخ دونوں کے ترجمان کہلائے۔ حاکم طبقہ کی نخوت پسندی، اقتدار پرستی، زر دوستی، خفتِ عقل، خستِ طبع، ہوس کاری، تن آسانی، سنگ دلی اور بے دینی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تکبر و نخوت سے خالی کوئی شخص نظر نہیں آتا، یہاں تک کہ سرو بھی لاف آزادی کے سبب سراپا گردن ہے:

ہیچ کس را نیست از دام رگ نخوت خلاص
سرو ہم در لاف آزادی سراپا گردن است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۳۴۱)

ان کے کلام میں بیسویں صدی کے سوشلسٹ اور عوامی شاعر کی کاٹ ہے، انھیں کسی دوسرے کی کھیتی سے کوئی غرض نہیں، اُن کا دل ہی اُن کا دانہ اور نالہ ہی رگ و ریشہ ہے:

چشم امید نداریم ز کشت دگران
دل ما دانۂ ما، نالۂ ما ریشۂ ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۲۱)

حکمرانوں کو کس بے باکی سے تنبیہ کرتے ہیں:

امتیاز نیک و بد محو است در جوشِ عوام
چون بلند افتاد آتش خشک و تر خاکستر است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۳۸)

مسلمانوں کے دین سے دوری کا اظہار یوں کیا ہے:

بیدل امروز در مسلمانان
ہمہ چیز است لیک ایمان نیست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۱۰)

وہ یاد دلاتا ہے کہ آب و سراب کی پہچان ہم سب کے لیے [illegible] ہے۔

همه به وہم فرو رفته اند و آبی نیست
مگو که غوطه زدن در سراب دشوار است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۷۸)

بیدل نے فارسی شاعری کا دامن وسیع کیا۔ نت نئے الفاظ اور اچھوتی تراکیب جو اپنے اندر معانی کے نئے جہان لیے ہوئے ہیں، بیدل ہی کا ابتکار ہیں۔ سبک ہندی میں کسی فعل کے ذو معنی ہونے کی بنیاد پر ایہام کی فضا تشکیل پاتی ہے۔ بیدل کے ہاں ایسی جھلکیاں بارہا ملتی ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

چشم پوشیدن، صرف نظر کردن کے معنی میں بھی استعمال ہو رہا ہے:

هر نفس باید عبث رسوای خود بینی شدن
تا نمی پوشیم چشم از خویش عریانیم ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۳)

بیدل کے اسلوب میں تجرید کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، بلکہ اسے سبک بیدل کی خاص علامت کہا جانا چاہیے۔

آیئے تجرید کی چند مثالیں دیکھیں:

نخل شمعیم که در شعله دود ریشهٔ ما
عاقبت سوز بود سایهٔ اندیشهٔ ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۲۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ بیدل! نفسم کارگہ حشر معانی ست
چون غلغلۂ صورِ قیامت کلماتم

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۷۳)

۔ می چکد خون تحیر ز رگ و ریشۂ ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۲۳)

ان مثالوں میں ''نخلِ شمع''، ''سایۂ اندیشہ''، ''غلغلۂ صور'' اور ''خونِ تحیر'' تجرید کی خوبصورت مثالیں ہیں۔

حس آمیزی و قول محال یا متناقض نمائی پر مبنی تصاویر میں بیدل کے کلام کی لطافت اور حسن کی معراج نظر آتی ہے۔ایک ایسا پہلو جو بیدل کی شاعری میں ایہام کی کیفیت دوبالا کرتا ہے، وہ یہ کہ اس کے ہاں دو مختلف نوعیت کی تصاویر ایک دوسرے میں ضم ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں؛ ایک طرف حس آمیزی اور دوسری طرف قول محال یا متناقض نمائی۔

یہ اشعار دیکھیے:

بہ گرد سرمہ خفتن تا کی از بیداد خاموشی
بہ پیش نالہ اکنون می برم فریاد خاموشی
نفس ہا سوختم دی ہزرہ نالی تا دمِ آخر
رسانیدم بہ گوش آئنہ فریادِ خاموشی

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۳۴)

''رسانیدم بہ گوش آئنہ'' میں حس آمیزی ہے تو ''فریاد خاموشی'' متناقض نمائی کا نمونہ۔

ایک اور مثال دیکھیے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افسانہ نیست آئنہ دارِ مآلِ شمع
آثارِ تیرگی ہمہ روشن شنیدہ اند
بیدل شہید طبع ادب را زبان کجا ست
حرف سر بریدہ ز گردن شنیدہ اند

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۹۰)

''آثار تیرگی'' حس آمیزی اور ''روشن شنیدہ اند'' متناقض نمائی کی مثال ہے۔

ایک اور جگہ ملاحظہ فرمائیے، ''گرم کنم مجلس تصویر'' حس آمیزی کا نمونہ ہے تو ''سازم ہمہ کوک است وصدا ہیچ ندارم'' تناقض کی عمدہ مثال:

یا رب چہ قدر گرم کنم مجلس تصویر
سازم ہمہ کوک است و صدا ہیچ ندارم

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۹۶۰)

ایجاز و اختصار بیدل پر ختم ہے، سمندر کو کوزے میں سمو دینا اسی کا خاصہ ہے۔ سبک ہندی کی غزلیات میں بالعموم اور بیدل کے ہاں بالخصوص دوسرا مصراع شعر کا مفہوم واضح کرتا ہے۔ بیدل کی دنیا میں داخلے کا آسان ترین راستہ شاید مصرعے کا زینہ ہی ہے، جس کی تائید و تصدیق شفیعی کدکنی بھی کرتے ہیں۔(شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷: ۸۱۔۷۳)

کچھ ایسے بھی مصرعے جو ہمیں بیدل کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

۔ چون شکست آبلہ یک قطرہ دریاییم ما (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۵)

۔ چون حیا پیراہنی از عیب می پوشیم ما (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۳)

۔ بس کہ خم گشتیم افتاد از سر ما، بار ما (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۵)

۔ نامۂ بی مطلب ننوشتہ عنوانیم ما (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ در کاسۂ جبین تو آب حیا بس است (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۳۶۰)

۔ تحیر آتشی دارد کہ جز در من نمی گیرد (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۰۴)

۔ در لباس قطرہ نتوان تلخی دریا کشید (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۲۷)

۔ آینہ ای نیست ما خود نمائیم (بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۶۹)

۔ چون فلک پوشیدہ چشم عالم عریانیم (بیدل؛ ۱۹۸۷، ۸۷۵)

۔ مصرعی اگر خواہم سر کنم غزل دارم (بیدل؛ ۱۹۸۷، ۹۸۲)

یہ بیدل کی دنیا ہے۔ جہاں سوچ کی آنکھوں سے دیکھا اور دل کے کانوں سے ہی سنا جا سکتا ہے۔ یہاں ظاہر کی آنکھوں سے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

بیدل نے رنگ رنگ کے احساسات و جذبات اور نوع نوع کے افکار و خیالات کو لفظ ''آئنہ'' کی وساطت سے بیان کیا ہے، وہ ''آئنہ'' کی متعدد مثبت صفات پر زور دیتا ہے۔ مثلاً صفائی اور پاکیزگی، صیقل پذیری، آب و تاب، فخر و غرور، نور آفرینی، عکس کو جذب کر لینے کی صلاحیت، آئنہ میں صرف عکس کا نظر آنا اور منعکس ہونے والی ہر شے کا اس سے ماورا رہنا۔ گویا بیدل کے ہاں ''آئنہ'' مظہر جمال بھی ہے اور مظہر کمال بھی۔ اس کے ساتھ ہی ''آئنہ'' کی منفی خصوصیات بھی ہیں مثلاً اس کا نفس نیم یا غبار سے مکدر ہو جانا، اس کی تنک مزاجی، خراش پذیری، زنگ پذیری، نزاکت وجود اور ہر لحہ شکست آمادگی وغیرہ۔ بیدل نے ان منفی خصوصیات سے بھی کئی دلچسپ اور تازہ مطالب پیدا کیے ہیں۔ اس کا دل حیرت آفرین ہے اور وہ جس طرف بھی نگاہ اٹھاتا ہے، آیینے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا:

دل حیرت آفرین است ہر سو نظر گشائیم
در خانہ ہیچ کس نیست آئینہ است و مائیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۹۱۴)

''آئینہ'' میں مظہر جمال بننے کے بے پناہ امکانات مضمر ہیں۔ اس کی آب و تاب، اس کی ہموار سطح، اس میں منعکس ہونے والی اشیاء اور مناظر کی خوبصورتی اور پھر اس کی اپنی صورت جو حیرت و استعجاب اور وحشت کے جذبات کی تجسیم ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے ایک شاعر کا خلاق ذہن حسن کے شاہکار پیدا کر سکتا ہے۔ آئینہ کی یہ تمام صفات بیدل کے ذہن میں موجود رہی ہوں گی، تبھی تو وہ کہ اٹھتا ہے ہزار آئینے آغوش میں لیے ہوئے ہے:

بہ خیال تو ہزار آئینہ آغوش خودم

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۹۵۴)

وہ آئینے کی طرف اس حد تک مائل ہے کہ اُس میں اپنی صورت کو بھی نہیں پہچان پاتا:

صورت تو ز خود نشناختہ ام
این قدر آینہ پرداختہ ام

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۹۵۵)

بیدل کہتا ہے کہ ''آئینہ'' تو تیرا قلب ہے۔ اس میں تو اپنے آپ ہی کو دیکھ رہا ہے۔ جو تو محسوس کرتا ہے، وہ تیرے ہی حواس کا احساس ہے۔

روشن دلان چو آئنہ بر ہر چہ رو کنند
ہم در طلسم خویش تماشاي اُو کنند

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۵۵۳)

بیدل کے ہاں آئنہ ایک ایسی آنکھ کی مانند ہے، جو ہمیشہ باز ہے، جو کبھی بند نہیں ہوتی۔ آئنہ، یاد آورِ حیرت ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ تعجب سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئیں۔ اسی طرح حیرت، خانۂ آئنہ میں مقیم ہے اور کسی کو آئنہ پر اعتبار نہیں، اور آئنہ کو حیرت پر اختیار نہیں۔ یہاں گردِ تحیر کے سوا کچھ بھی تو نہیں:

رمزِ دو جہان از ورق آئنہ خواندیم
جز گردِ تحیر رقمی نیست در اینجا

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۷۳)

یہ شعر دیکھیے:

از حیرتِ دل بند نقابِ تو گشودیم
آئنہ گری کارِ کمی نیست در اینجا

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۷۳)

اور کبھی تو خود بیدل، آئنہ کی وحشت کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے:

این قدر آئنہ نتوان شد کہ حیرانیم ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۲)

وہ حیرت زدہ ہے، اور وحشت سے ہم آغوش ہے؛ اور شبنم کی طرح نسیم صبح کے ساتھ ہم دوش ہے:

حیرتیم اما بہ وحشت ہا ہم آغوشیم ما
ہم چو شبنم با نسیم صبح ہم دوشیم ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۳)

یہاں آئنہ کے روبرو بیدل کے فہم و ادراک کی صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں:

دل آگاہ از ہستی نہ بیند جز عدم بیدل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہ غیر از عکس در آیینۂ روشن نمی گنجد

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۷۵)

آئنہ کا مقدر حیرت ہی ہے:

عکس را سیلاب داند خانۂ آئینہ ام

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۲۵)

شاید اسی سبب آئنہ کا اپنا کوئی ارادہ نہیں۔ اس کی کوئی خواہش نہیں۔ وہ اچھے برے، نیک و بد میں تمیز و تشخیص کرنا نہیں جانتا۔ اسے خوب و زشت سے کوئی سروکار نہیں۔ آئنہ تو پانی پر نقش ہے، اور وہ تو ایسی ہی نقاشی جانتا ہے۔ اس کی آنکھ ہی کی مانند اس کی آغوش خالی ہے۔ اس کی آنکھیں گرد تحیر کے غبار سے آلودہ ہیں اور بند نہیں ہو پاتیں، اور وہ ان کھلی آنکھوں سے سو نہیں پاتا۔ کیسے سو سکتا ہے؟! کہ وہ خود حباب ہے اور نفس آئینہ دار:

پردۂ ہستی موہوم نوائی دارد
کہ حبابیم و نفس آئینہ دار است اینجا

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۸)

گویا آئنہ تجلیات حق کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ آئنہ اشک کا استعارہ بھی ہے، اور بے باکی کا بھی۔ راز کا بھی، اور اس کے افشا ہونے کا بھی۔ غرض آئینہ، ابیاتِ بیدل میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی تو ہے جو ہمیں ہمارا جلوہ دکھاتا ہے:

گفتیم بی نشانی رنگی بہ جلوہ آرد
ما را نمود بر ما آئینہ دار عنقا

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۸)

بقول حسین آہی:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''آئینہ، بیدل کی شاعری میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ بیدل نے اکثر مقامات پر اسے حیرت کے مظہر کے طور پر استعمال کیا ہے۔ (مقدمۂ دیوانِ بیدل)

اور شفیعی کدکنی لکھتے ہیں:

''آئینہ، بیدل کے ہاں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ ہے، اسی لیے میں اسے آئینوں کا شاعر کہتا ہوں۔ اگر ہم بیدل کے عرفانی یا فلسفیانہ پیغام کو سمجھنا چاہیں، تو اسے حیرت و استعجاب کی تصویر میں ہی تلاش کیا جا سکتا ہے۔'' (شفیعی کدکنی؛ ۱۹۸۷ء: ۳۲۳)

بیدل کا یہ شعر اس کی یوں تائید کرتا ہے:

بیدل! سخت نیست جز انشای تحیر
کو آئنہ تا صفحۂ دیوانِ تو باشد

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۸۱)

بیدل کے دیوان میں 'آئنہ' کی لطیف تراکیب ملتی ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

چشم آئنہ، کسوتِ آئنہ، صورت آئنہ، عرصۂ آئنہ، فلکِ آئنہ، سرابِ آئنہ، جوہر آئنہ، صفحۂ آئنہ، خانۂ آئنہ، رُخ آئنہ، سراپایِ آئنہ، بہارِ آئنہ، کنارِ آئنہ، جمالِ آئنہ، تمنایِ آئنہ، خلوتِ آئنہ، آئنہ رُو، آئنہ زار، آئنۂ تماشا، آئنہ مثال، آئنۂ بارگاہ، آئنۂ جوش، آئنۂ ہوش، آئنۂ وحدت، آئنۂ مشرب، آئنۂ موہوم، آئنۂ وحدت، آئنۂ اسرار، آئنۂ مہتاب، آئنۂ تحقیق، آئنۂ لفظ، آئنۂ حسن وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض بیدل کے ہاں ''آئینہ'' اس قدر تکرار ہے کہ اگر اسے آئینوں کا شاعر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آئینہ ان کے اشعار میں بیشتر مقامات پر حیرت و استعجاب کی تصویر بنا نظر آتا ہے۔ بیدل کو یقین کامل ہے کہ خود اُس کی مٹی کے سوا کائنات کی کوئی اور شے قابل برق تجلّی نہیں ہے، پس جہاں کہیں بھی جلوہ آرائی دکھائی دیتی ہے، وہ اُسے سمیٹنے کی غرض سے خود سراپا آئینے میں ڈھل جاتا ہے:

قابل برق تجلّی نیست جز خاشاک من
حسن ہر جا جلوہ پرداز است من آئنہ ام

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۲۵)

لیکن یہی مرد باصفا کسی دوسرے کی عیب پوشی کو اپنا شعار قرار دیتا ہے، اور آئینہ اُس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے:

بیدل اگرم عیب کسی در نظر آمد
انصاف عرق گشت و کشید آئینہ پیشم

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۸۶۸)

یہی آئینہ جو صفا و پاکیزگی کی علامت، حیرت کی تصویر، حسن ازل کی تجلّی گاہ اور بیدل کی جائے پناہ ہے، اچانک کھو جاتا ہے اور ہمارا شاعر بے بدل یادِ حق میں فریاد کناں سامنے آتا ہے:

دل را بہ یاد روی کسی یاد می کنم
آئینہ کردہ ام گم و فریاد می کنم

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۹۱۵)

بیدل ساری کائنات کو جمال یار کی تجلّی گاہ سمجھتا ہے، جہاں کوئی پردہ درمیان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حائل نہیں۔ کائنات کا ایک ایک ذرّہ اُسی وحدہ لاشریک کی قدرت و عظمت کی گواہی دیتا ہے، لیکن اسے دیکھنے کے لیے زنگ آلود آئینہ ناکافی ہے، افسوس ہماری ساری زندگی اسی دھندلے آئینے میں جھانکتے ہی بیت جاتی ہے:

عالم جمال یار است بی پردۂ تکلف
اما کسی چہ بیند آئینہ زنگ دارد

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۷۴)

کلیات بیدل کے ہر ہر صفحے پر آئینہ آنکھیں پھیلائے ہماری آنکھوں میں جھانکتا دکھائی دیتا ہے۔ تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز، ایہام، تضاد، ایہام، حس آمیزی، حسن تعلیل، متناقض نمائی، مراعات النظیر سمیت ہر ہر ادبی صنعت اور نادر تراکیب ''آئینہ'' ہی سے تشکیل پاتی ہیں۔ علاوہ ازیں بیدل نے متعدد غزلیات میں قافیہ کو ردیف اور قافیے میں بھی نہایت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ (۶)

بیدل کے کلام میں ''حباب'' کہیں تشبیہ کے طور پر موجود ہے۔ کہیں استعارہ بن کر نمودار ہوا ہے اور کہیں علامت بن کر ان کے تصورات کی نمائندگی کرتا ہے۔ بیدل نے اپنی فکر دقیق رس سے ''حباب'' کو اسرار و معارف کا گنجینہ بنا دیا ہے۔ وہ بڑھاپے کے خم کو ایسا پُل سمجھتا ہے، جو زندگی کی راہ گزر ہے، وہ اس امر سے بھی آگاہ ہے کہ ''پشت حباب'' پر تا دیر قیام از حد دشوار ہے:

پل گزشتن عمر است قامت پیری
اقامت تو بہ پشت حباب دشوار است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۷۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں بیدل کا جذب کامل طبائع میں ہیجان پیدا کرتا ہے، وہاں ان کی فکری پختگی اور خیال کی بلندی قاری کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ بیدل حباب کو علامت قرار دے کر صوفی باصفا کی صفاتِ عالیہ بیان کرتا ہے۔ وہ سرکشی کو موت کا رہبر قرار دیتا ہے اور ایک تازہ تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کر دیتا ہے کہ جب موج سرکشی کا وطیرہ اپناتی ہے تو حباب ہی اُس کی گردن بن جاتا ہے، جس کی زندگی لمحاتی اور جس کا نصیب جان سے گزر جانا ہے:

سرکشی ہا بہ مرگ راہبر است
گردن موج را حباب سر است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۹۱)

حباب کی ظاہری وضع سے بھی آئینے ہی کی مانند حیرت ہویدا ہے۔ جو ایک شیفتۂ ذاتِ الٰہی صوفی کی صفت ہوا کرتی ہے۔ وہ حباب وار اپنی حقیقت سے خوب آگاہ اپنی جان سے گزر جاتا ہے:

بیدل کہ راست آگہی از خود کہ چون حباب
در طشت واژگونہ ز سر دست شستہ اند

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۵۴۱)

پاس انفاس اس کا شعار ہے۔ وضع آداب اختیار کر لینے کے بعد حباب خود بخود نیازمند سے صاحبِ ناز بن جاتا ہے۔ اس کے لبوں پر مہر سکوت ہے، لیکن درعین حال سینہ تمام مادی آلائشوں سے پاک ہے۔ صوفیِ کامل ہی کی طرح پاس ناموس اور فقر کی حفاظت اس کا نصب العین ہے۔ اس نے خود بینی، خود ستائی اور خود پرستی کے تمام تقاضوں سے اپنے وجود کو بالکل تہی کر لیا ہے۔ اسی لیے بڑی سبک روحی، سبک باری، وقار اور تمکنت سے سطح آب پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رواں ہے۔ انہی لافانی صفات نے اس میں لطافت و نزاکت اور سوز و ساز پیدا کر دیا ہے۔ اس کے دل میں خیال محبوب کی شمع بھی ہر لحظہ روشن ہے۔ اس کا سرمایۂ حیات ایک نفس سے زیادہ نہیں، لیکن اپنی غیر معمولی صفات کی بنا پر ایک معمہ ہے، طلسم حیرت ہے۔ حباب تو بیدل کے لیے بجا طور پر آئینۂ دلداری ہے۔

''حباب'' اپنے سر میں ہوائے عشق رکھتا ہے۔ اس ساغر میں موجود شراب ہوشربا ہے۔ اس کے دل میں ساقی ازل کے حسن جاں پرور کے دیدار کی بے تاب آرزو ہے۔ اس کی چشم حیرت وَا ہے۔ بیدل حباب کے استعارے کو استعمال کرتے ہوئے انسان کو بے حقیقت کہتا ہے۔ ذرا سی ہوا ایک قطرہ پانی میں داخل ہوئی اور ''حباب'' بن گیا، یعنی حباب کی زندگی کا دارومدار ''ہوا'' پر ہے۔ اب جس چیز کا لباسِ ہستی، محض ایک ''تارِ نَفَس'' پر مشتمل ہو، اسے غرور کہاں راس آتا ہے۔ ''حباب'' تو استعارہ ہے، نیستی و عاجزی کا، لیکن بیدل تو 'حباب' کو بھی آئنہ دکھانے سے نہیں چوکتے۔ جو لب کشائی کرتا ہے، فنا ہو جاتا ہے۔ ہماری ''ہستی موہوم'' محض ایک لب کشائی ہے، اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

ہستی موہومِ ما یک لب گشودن بیش نیست
چون حباب از خجلت اظہار خاموشیم ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۶۳)

''شمع فانوس حباب'' ہمارے ہی وجود سے فروزاں ہے، لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہماری روشنی کی میعاد ہماری خاموشی تک محدود ہے:

شمع فانوس حباب از ما منوّر کردہ اند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشنی داریم چندان کہ خاموشیم ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۵۶)

وہ اس کے غرور ہستی اور ہمارے فانی ہونے کے تعلق کو سمجھتا ہے:

غرور ہستی او را فنای ماست دلیل
خم کلاہ محیط است در شکست حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۴۹)

اس کا کوئی دعوا نہیں، آپ اسے ''نفس'' خیال کیجیے یا ''گردِ وہم''، اس نے بہ ہر حال ''آئینۂ حباب'' آپ کے حضور پیش کر دیا ہے:

خواہی نفس خیال کن و خواہ گردِ وہم
چیزی نمودہ ایم در آئینۂ حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۵۷)

بیدل کا حباب تو خود اسی کی طرح سر جھکائے ہوئے ہے، اور حباب کو تو وہی شخص دیکھ پاتا ہے۔ جس کا اپنا کاسہ تہی ہو، اور ساتھ ہی وہ ایسے شخص کی علامت بھی ہے، جس کی عریانی آشکار ہے، اور ساتھ ہی ایک ایسے شخص کا استعارہ بھی ہے، جو خود اپنی نفی کر دے تو سارا دریا اور سارا سمندر اس کا لباس بن جائے:

ز پیراہن برون آ، بی شکوہی نیست عریانی
جنون کن تا حبابی را لباس بحر پوشانی

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۶۶)

بیدل کے نزدیک حباب بھی تنگ ظرف ہے، جو کوتاہی عمر کی طرف اشارہ ہے کہ چشم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زدن میں تمام ہو جاتا ہے، سانس لینا ہی اس کی موت ہے۔ ''حباب'' بیدل کے افکار و تصورات کا نمائندہ ہے، جسے بیدل نے اپنے خیالات، جذبات، احساسات اور افکار کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ ''حباب'' بیدل کے ہاں ''آئینہ'' کے بعد دوسرا اہم ترین استعارہ ہے۔(۷)

بیدل کے استعارات ،صرف اسی سے مخصوص ہیں، بیدل نے ان سے جو معانی اخذ کیے ہیں، وہ کسی اور شاعر کے ہاں نہیں ملتے۔ بیدل زندگی کے مثبت پہلو کی طرف مائل ہے۔ اس کی آواز بلند وتوانا ،لہجے میں تندی اور تیزی ، اور آہنگ میں جوش و ولولہ اسی سبب سے ہے کہ وہ زندگی کے جمال کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے اور جلال کا مصور بھی ہے۔

یوں تو بیدل کا ہر شعر اپنے اندر معانی و مفاہیم کے سمندر سموئے ہوئے ہے۔ لطافت ونزاکت بھی ہمراہ ہے۔ لیکن یہ چند اشعار بھی دیکھیے :

سجدہ هم از عرق شرم رہی پیش نبرد
از قدم تا بہ جبیں آبلہ زار است اینجا
(بیدل؛۱۹۸۷:۴۹)

چندانکہ گشودیم سر دیگ تسلّی
سرپوش دگر از تہ سرپوش برآمد
(بیدل؛۱۹۸۷:۵۹۳)

چشم من از درد بی خوابی درین وادی گداخت
سایۂ خاری نشد پیدا کہ مژگانی کند
(بیدل؛۱۹۸۷:۶۴۳)

کم فرصتی بہ عرض تماشای این محیط
آئینۂ خیال بہ دست حباب داد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بیدل؛ ۱۹۸۷:۵۰۵)

عالم جمال یار است بی پردهٔ تکلّف
اما کسی چه بیند آئینه زنگ دارد

(بیدل؛ ۱۹۸۷:۶۷۴)

ز بعد ما نه قصیده نی غزل ماند
ز خام ها دو سه اشک چکیده می ماند

(بیدل؛ ۱۹۸۷:۵۵۶)

بیدل سبک ہندی کے عظیم ترین شعرا میں سے ایک ہے۔ اس کی عظمت مسلم ہے۔ آیئے چند ناقدین سخن کی آراء کا جائزہ لیتے ہیں:

''بیدل کے شفاف تصورات صدف گوش میں موتی بن جاتے ہیں۔'' (شیر علی لودھی؛ ۱۹۴۵ء:۲۹۴)

''بیدل، ایک ایسا غیر معمولی دانشور جس کی وادی تخیل تک ہر ایک کی رسائی ممکن نہیں۔ چونکہ وہ ایک ایسا عظیم و رفیع الشان پہاڑ ہے، جس کی چوٹی پر پہنچنے کا راستہ بے حد دشوار گزار ہے۔'' (عبد الرشید؛ ۱۹۶۷ء:۹۰۔۸۲)

''سبک ہندی کا بہترین نمائندہ شاعر۔'' (شفق، رضا زادہ؛ ۱۳۱۳اش/۱۹۳۴ء: ۱۸۹)

''بیدل، برصغیر کی وسیع و عریض سرزمین کا عظیم المرتبت شاعر۔'' (حسین آہی؛ مقدمہ دیوان بیدل)

اردو کے عظیم شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب (۱۸۶۹ء۔۱۷۹۷ء) طرز بیدل میں ریختہ لکھنے کو قیامت سمجھتے تھے اور انھیں بحر بیکراں اور محیط بے ساحل کے کلمات سے یاد کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ علامہ اقبال (۱۹۳۸ء۔۱۸۷۷ء) بیدل کے بہت معترف تھے۔ اسی طرح بیسویں صدی میں اردو کے عظیم شاعر فیض احمد فیض (۱۹۸۴ء۔۱۹۱۱ء) بھی بیدل کی عظمت کو تسلیم کرتے تھے۔

عصر حاضر میں سبک ہندی اور بالخصوص بیدل کی عظمت و اہمیت کھل کر سامنے آئی ہے۔(۸) جدید دور کے معروف ترین شعرا میں سے ایک سہراب سپہری (۱۹۸۰۔۱۹۲۸) کی شاعری پر بیدل کے اثرات خاصے گہرے ہیں۔ (سہراب سپہری:۱۳۷۹ش، ۲۰۰۰) اُن کی آخری شعری کتاب ''ما ہیچ ما نگاہ'' اس ضمن میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔بعض ادبی ناقدین نے سہراب پر بیدل کے اثرات کا تجزیہ بھی کیا ہے۔(حسینی، حسن: ۱۳۷۶ش، ۱۹۹۷ء)

بیدل آنے والے کل کا شاعر ہے۔ اس کی شاعری کے فکری پہلو ابھی تک نہاں ہیں۔ آنے والا وقت اس کی عظمت کا سورج نصف النہار پر دیکھے گا۔

☆☆☆

حواشی:

(۱) ''محیط اعظم'' بحر متقارب مثمن مقصور (فعولن فعولن فعولن فعول) میں کہی گئی مثنوی ہے۔ اس میں درج اشعار کی تعداد تقریباً ایک ہزار دو سو ستّر کے لگ بھگ ہے۔

(۲) مثنوی '' طلسم حیرت'' بحر ہزج مسدّس محذوف (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی اور تقریباً تین ہزار سات سو اشعار پر مشتمل ہے۔ طلسم حیرت کو فنی اعتبار سے بیدل کی بہترین مثنوی قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۳) ''طور معرفت'' بحر ہزج مسدّس محذوف (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں کہی گئی مثنوی ہے۔ اس میں تقریباً ایک ہزار تین سو اشعار شامل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) مثنوی ''عرفان'' بحر خفیف مخبون اصلم مسبغ (فاعلاتن مفاعلن فعلان) میں کہی گئی ہے۔ اس میں درج اشعار کی تعداد گیارہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

(۵) ''تنبیہ المہوسین'' مختصر ترین مثنوی ہے، جو محض ۲۱۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۶) چند غزلیات کے مطلع کے اشعار ملاحظہ ہوں:

با بد و نیک است یک رنگی ہوس آئینہ را
نیست اظہار خلاف ہیچ کس آئینہ را

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۲)

بہ پیری الفت حرص و ہوس شد آئینۂ ما
بہار رفت کہ این خار و خس شد آئینۂ ما

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۱)

جلوۂ او داد فرمان نگاہ آئینہ را
ہالہ کرد آخر بہ روی ہمچو ماہ آئینہ را

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۴۹)

دران بساط کہ حسنت دچار آئینہ است
بہشت آئینۂ انتظار آئینہ است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۴۷)

ز بس بہ خلوت حسن تو بار آینہ است
نگاہ ہر دو جہان در غبار آینہ است

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۷۶)

ز نقش پای تو کہ آئینہ دار آینہ است
بساط روی زمین را بہار آینہ است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۲۸۴)

امروز کیست مست تماشای آینہ
کز ناز موج می زند اجزای آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۰۲)

ای تماشایت چمن پرور بہ چشم آینہ
بی تو خس می پرورد جوہر بہ چشم آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۰۳)

پرتوت ہر جا پردازد کنار آینہ
آفتاب آید بہ گلگشت بہار آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۰۵)

بوی وصلی ہست در رنگ بہار آینہ
می گدازم دل کہ گردم آبیار آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۰۷)

حیرت حسن کہ زد نشتر بہ چشم آینہ
خشک می بینم رگ جوہر بہ چشم آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۰۹)

خلقی ست محو خود بہ تماشای آئینہ
من نیز داغم از ید بیضای آئینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۱۰)

زد عرق پیمانہ حسنی ساغر اندر آینہ
کرد طوفان ہا بہشت و کوثر اندر آینہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۱۱)

نیست محروم تماشا جوہر اندر آینہ
جلوہ می خواہی نگہ می پرور اندر آینہ

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۱۱۶)

(۷) چند غزلیات کے مطلع کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

پیام داشت بہ عنقا خط جبین حباب
کہ گرد نام نشستہ استبر نگین حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۴۵)

چو من ز کسوت ہستی تر آمدہ است حباب
بہ قدر پیرہن از خود بر آمدہ است حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۴۹)

گزشتہ ام بہ تنک ظرفی از مقام حباب
خم محیط تہی کردہ ام بہ جام حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۵۴)

کیفیت ہوائی کہ دارد سر حباب
ما را ز ہوش برد می ساغر حباب

(بیدل؛ ۱۹۸۷: ۱۵۶)

(۸) ایران میں ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی نے بیدل کو از سر نو متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے بالخصوص گذشتہ دو عشروں میں بیدل کے فن کی شناخت کے سلسلے میں غیر معمولی دلچسپی دکھائی ہے۔ بلاشبہ انھیں عصر حاضر کے بیدل شناسوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضمن میں اُن کی کتاب ''دل بیدل'' خاص اہمیت کی حامل ہے۔ ڈاکٹر صدیقی نے ایک پُر مغز اور مبسوط مقدمے کے علاوہ بیدل کی متعدد معروف غزلیات کا منظوم اردو ترجمہ بھی بیدل کو چاہنے والوں کی نذر کیا ہے۔

منابع:

۔ بلگرامی، آزاد؛ (بی تا) خزانۂ عامرہ، چاپ نول کشور

۔ بلگرامی، آزاد؛ (۱۹۱۳ء) مآثر الکرام، لاہور

۔ بہار، محمد تقی؛ (۱۹۵۸ء/۱۳۳۷ش) سبک شناسی، جلد اول، چاپ دوم، تہران

۔ بیدل، میرزا عبدالقادر؛ (۱۳۶۶ش/ ۱۹۸۷ء) کلیات دیوان مولانا بیدل دہلوی، با تصحیح خال محمد خستہ، خلیل اللہ خلیلی؛ با اہتمام حسین آہی، چاپ اوّل، انتشارات مروی، تہران

۔ حاکم، عبدالحکیم؛ (۱۹۶۰ء) مردم دیدہ، لاہور

۔ حسینی، حسن؛ (۱۳۷۶ش/ ۱۹۹۷ء) بیدل، سپہری و سبک ہندی، انتشارات سروش، تہران

۔ خان آرزو؛ (۱۹۱۳ء) مآثر الکلام، لاہور

۔ خانلری کیا، زہرا؛ (۱۳۴۱ش/۱۹۶۲ء) راہنمای ادبیات فارسی، کتابخانۂ ابن سینا، تہران

ریپکا، جان؛ (۱۳۷۰ش/۱۹۹۱ء) تاریخ ادبیات ایران، ترجمۂ کیخسرو کشاورزی، انتشارات گوتنبرگ، تہران

۔ سہراب سپہری؛ (۱۳۷۹ش/ ۲۰۰۰ء) ہشت کتاب، چاپ بیست و چہارم، انتشارات طہوری، تہران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔شفق، رضا زادہ؛ (۱۳۱۳اش/۱۹۳۴ء) تاریخ ادبیات ایران، تہران

۔شفیعی کدکنی، محمد رضا؛ (۱۳۶۶اش/۱۹۸۷ء) شاعر آینہ ہا، چاپ اوّل، انتشارات آگاہ، تہران

۔شیر علی خان لودھی؛ (۱۹۴۵ء) مرآۃ الخیال، بمبئی

۔صدیقی، ظہیر احمد؛ (۱۹۹۳ء) فارسی غزل اور اس کا ارتقا، مجلس تحقیق و تألیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور

۔صدیقی، ظہیر احمد؛ (بی تا) دل بیدل، مجلس تحقیق و تألیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور

صفا، ذبیح اللہ؛ (۱۳۷۱اش/۱۹۹۲ء) تاریخ ادبیات در ایران، چاپ دوازدہم، انتشارات فردوس، تہران

۔عبدالرشید؛ (۱۹۶۷ء) تذکرہ شعرای پنجاب، کراچی

۔فتوحی، محمود؛ (۱۳۸۵اش/۲۰۰۶ء) نقد ادبی در سبک ہندی، انتشارات سخن، تہران

۔ گوپاموی، محمد قدرت اللہ؛ (۱۳۳۶ق) نتائج الافکار، بمبئی

۔ نصر آبادی، میرزا طاہر؛ (۱۳۱۷اش/۱۹۳۸ء) تذکرۂ نصر آبادی، تہران

http://www.britannica.com/EBchecked/topic/58151/Abdul-Qadir-Bedil۔

© rasailojaraid.com